بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

تضمینات

برکلامِ حضرت مولنا احمد رضا خان فاضل بریلویؒ

از

شاعرِ ہفت زباں

علّامہ پیر سیّد نصیر الدّین نصیؔر گولڑویؒ

منجانب: ادارہ طلوعِ مہر، درگاہ غوثیہ مہریہ، گولڑہ شریف، سیکٹر E-11، اسلام آباد

تمام پڑھنے والوں سے عاجزانہ درخواست
ہے کہ میرے بچوں کی صحت اور تندرستی
کیلئے دعا فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو
ہر مصیبت اور پریشانی سے نجات عطا
فرمائے۔ آمین

نیاز مند۔ فاروق حسین گولڑوی

حُسنِ ترتیب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1.	واہ کیا جُود و کرم ہے شہِ بطحٰی تیرا	1
2.	نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا	3
3.	شکرِ خدا کہ آج گھڑی اُس سفر کی ہے	5
4.	اُن کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں	7
5.	پُل سے اُتارو، راہ گزر کو خبر نہ ہو	9
6.	ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں	11
7.	کس کے جلوے کی جھلک ہے یہ اُجالا کیا ہے	13
8.	سب سے اَولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبیؐ	15
9.	مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام	18
10.	واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا	22
11.	مصطفیٰ، شانِ قُدرت پہ لاکھوں سلام	26

پیش گُفتار

پیر نصیر الدین نصیؔر گولڑوی کی اِن تضمینوں پر جو حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلویؒ کے کلام پر کی گئی ہیں، گفتگو کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ تضمین کے حدود اور مطالب و معانی پر غور کر لیا جائے تا کہ بات چیت زیادہ مربوط اور بامعنی انداز میں آگے بڑھ سکے۔ ''تضمین'' کے لُغوی معنی، قبول کرنا اور پناہ میں لینے کے ہیں، ''تضمین'' کا لفظ ''ضم'' سے مشتق ہے جس کے معنی ملانا یا پیوست کرنا ہیں۔ اصطلاح میں، تضمین کسی دوسرے شاعر کے کسی شعر یا مصرع کو اپنے کلام میں شامل کرنے کا نام ہے۔ اگر وہ شعر یا مصرع جس کی تضمین کی جائے معروف اور جانا پہچانا نہ ہو تو سرقہ یا توارد کے الزام سے بچنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس امر کی طرف اشارہ کر دیا جائے کہ یہ شعر یا یہ مصرع میرا نہیں، کسی اور شاعر کا ہے، جیسے سودا کہتے ہیں۔

میں کیا کہوں کہ کون ہوں سوؔدا، بقولِ دردؔ
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں، غرض آفت رسیدہ ہوں

تضمین کی ایک صورت تو یہ ہے کہ تضمین لکھنے والا شاعر کسی خاص مصرع یا شعر کو بنیاد بنا کر پوری نظم تخلیق کرتا ہے۔ اقباؔل کے یہاں اس قسم کی تضمینوں کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ انھوں نے ''بانگِ درا'' میں ابوطالب کلیم، صائب اور انیسی شاملو کے شعروں کو اسی طرح جزوِ کلام بنایا ہے۔ دوسری صورت تضمین کی یہ ہے کہ پوری غزل کو شعر بہ شعر تضمین کیا جائے، یوں اصل غزل کی ہیئت تضمین ہونے کے بعد مخمس کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ تضمین کا بنیادی فریضہ اصل شعر کی شرح و تفسیر ہوتا ہے مگر بعض صورتوں میں تضمین کرنے والا شاعر کسی شعر کو نئے سیاق و سباق

میں رکھ کر اس کو ایک نئی جہت عطا کر دیتا ہے، جیسے مولٰنا غنؔی کاشمیری کا شعر، جس کی تضمین اقبالؔ نے اپنی نظم ''خطاب بہ جوانانِ اسلام'' میں کی ہے۔

غنی ، روزِ سیاہِ پیرِ کنعاں را تماشا کن
کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را

اقبالؔ نے غنؔی کے اس شعر کو ایک نئی معنویّت سے ہم کنار کیا ہے یہاں ''پیرِ کنعاں'' سے مراد ''ملّتِ اسلامیہ'' حضرت یوسف سے مراد مسلمانوں کا علمی سرمایہ ہے جو اہلِ یورپ (زلیخا) کی آنکھوں کی روشنی کا وسیلہ بنا ہوا ہے۔ تضمین کی اکثر و بیشتر صورتوں میں اصل شعر کی تشریح و تفسیر ہی ہوتی ہے۔ تضمین کے اس بنیادی مقصد کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مرزا عزیز بیگ مرزؔا سہارن پوری نے غالب کی اُردو غزلیات کی تضمین شعوری طور پر اس انداز سے کی ہے کہ کلامِ غالبؔ کو ایک عام قاری کے لیے آسان بنایا جاسکے۔ ان کی اس منظوم تشریح کا نام ''روحِ کلامِ غالب'' ہے۔ اِس تضمینِ کلامِ غالبؔ کی تعریف کرتے ہوئے، نظامی بدیوانی لکھتے ہیں۔

''اس کی ادنیٰ خصوصیت یہ ہے کہ مشکل ترین اشعار کے معانی اور مطالب اس درجہ واضح ہو جاتے ہیں کہ کسی شرح کے دیکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی''۔

حضرت مولانا احمد رضا خاںؒ کے کلام کے حوالے سے جب ہم پیر سیّد نصیر الدّین نصیر کی تضمینوں پر نظر ڈالتے ہیں تو ایک خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ اُن کی یہ کاوشیں جن میں آٹھ نعتیں، ایک منقبت اور ایک سلام شامل ہے، تضمین کے اصل مقصد کو بہ طریقِ احسن پورا کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ اصل شعر جس پر شاعر تین اضافی مصرعے بہم پہنچاتا ہے۔ اُن مطالب کو کھول کر بیان کر دیتے ہیں، جن کی طرف اصل شعر میں مبہم اشارے موجود ہوتے ہیں۔ اس طرح تضمین کا ہر بند ایک ایسی وحدت کی شکل اختیار کر لیتا ہے جو اپنی جگہ مکمل اور حد درجہ مربوط ہوتی ہے۔ تضمین

کی اس خصوصیت کی طرف علامہ نیاز فتح پوری اپنی تصنیف ''انتقادیات'' (ص283)
میں اس طرح اشارہ کرتے ہیں:

''تضمین کی خوبی یہ ہے کہ وہ اصل شعر کے ساتھ مل کر بالکل ایک چیز ہو جائے''۔
نصیر الدین نصیر کی تضمین کا ایک بند بطورِ مثال ؎

دل کے آنگن میں یہ اِک چاند سا اُترا کیا ہے
موج زن آنکھوں میں یہ نور کا دریا کیا ہے
ماجرا کیا ہے یہ آخر ، یہ مُعمّا کیا ہے
کس کے جلوے کی جھلک ہے یہ اُجالا کیا ہے
ہر طرف دیدۂ حیرت زدہ تکتا کیا ہے

اصل شعر میں جو تحیّر کا عنصر تھا، اس کو باکمال تضمین نگار نے اس طرح پورے بند میں پھیلا دیا ہے کہ سارے مصرعے مل کر ایک پُر لطف فضا کی تشکیل کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، ایک اور بند دیکھئے ؎

جب چلے حشر کے میدان میں اُمّت کی سپاہ
سرورِ جیش ہو وہ مطلعِ کونین کا ماہ
اہلِ بیت اور صحابہؓ بھی رواں ہوں ہمراہ
یہ سماں دیکھ کے محشر میں اُٹھے شور کہ واہ
چشمِ بددور ہو ، کیا شان ہے ، رتبہ کیا ہے

اِن بندوں میں جزئیات و واقعات کی ترتیب اس طرح رکھی گئی ہے کہ ایک متحرک تصویر چشمِ تصور کے سامنے آجاتی ہے۔ شاعری کا یہ وہ مقام ہے جہاں شعر، مصوری کی حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہ چند مثالیں بطورِ نمونہ پیش کی گئیں ورنہ یہ کیفیت اِن تضمینوں میں کم وبیش ہر جگہ موجود ہے۔ زورِ بیاں ہے کہ کہیں کم نہیں

ہونے پاتا جس سے پیر نصیر الدّین نصیؔر کی قدرتِ کلام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ وہ ایک مدّت سے اردو اور فارسی میں دادِ سخن دے رہے ہیں۔ اب تک اُن کے متعدّد مجموعہ ہائے کلام زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ خصوصاً انہوں نے اردو اور فارسی میں صنفِ رباعی کو جس قرینے اور سلیقے سے برتا ہے اُس کی نظیر آج کے دور میں ذرا مشکل ہی سے ملے گی۔ رباعی اپنی فنّی قیود، خاص بحور اور دوسرے التزامات کے سبب ایک مشکل ترین صنفِ سخن سمجھی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر شاعر اِس صنف پر ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرتا ہے۔ نصیر الدّین نصیؔر نے جو ریاضت رباعی کے میدان میں کی، اُس نے اُن کے تضمین کے فن کو اُن کے لیے آسان بنا دیا۔ جیسے رباعی کے چار مصرعوں میں بتدریج ایک ارتقائی کیفیت اُس کے حسن کا سبب ہوتی ہے، یہی صورتِ حال اُن کی تضمین کے ہر بند میں موجود ہے۔ نصیر الدّین نصیؔر کی عربی اور فارسی کی بنیاد حددرجہ مستحکم ہے۔ اسی لیے وہ تضمین کرتے ہوئے، اُن مشکل مقامات سے با آسانی گزر جاتے ہیں جہاں دوسرے شاعروں کے پاؤں شاید لڑکھڑا جائیں ؎

صوم و صلوٰۃ ہیں کہ سُجود و رُکُوع ہیں
ہر چند شرع میں یہ اہمُ الوُقُوع ہیں
حُبِّ نبی نہ ہو تو یہ سب لا نُفُوع ہیں
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فُرُوع ہیں
اصلُ الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

تضمین کے لغوی معانی پر اگر غور کیا جائے تو اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ جس شاعر کا کلام، تضمین کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ دراصل ایک طرف تو اُس خاص شاعر سے یہ اظہارِ عقیدت کی صورت ہے تو دوسری طرف تضمین کرنے

والے شاعر کی اثر پذیر طبیعت کا ثبوت بھی ہے۔ نصیر میاں نے بھی، حضرت مولانا احمد رضا خاںؒ کی نعت، منقبت اور سلام کا انتخاب، تضمین کے لیے کر کے ایک طرح سے اُن کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے ورنہ وہ یہ کبھی نہ کہتے ۔

اہلِ نظر میں تیرا ذہنِ رسا مُسلّم
دنیائے علم و فن میں ہے تیری جا مُسلّم
نزدِ نصیر تیری طرزِ نوا مُسلّم
مُلکِ سخن کی شاہی تجھ کو رضا مُسلّم
جس سمت آگئے ہو' سکّے بٹھا دیئے ہیں

پیر سیّد نصیر الدّین نصیر کو نعتیہ تضمین کرتے ہوئے، دوسرے عام شاعروں کے مقابلہ میں ایک یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت سیّد پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قُدّس سرّہٗ کے خانوادہ سے ہیں، یوں وہ دوسرے نعت گو شعراء کے مقابلہ میں حمد و ثنا کی اُسی مقدّس فضا میں سانس لے رہے ہیں، جو حضرت فاضل بریلویؒ کو میسّر تھی۔

شعر کے معانی و مطالب کے پہلو بہ پہلو، اُس کا دوسرا اہم جز و زبان و بیان سے تعلّق رکھتا ہے۔ حضرت احمد رضا خان، اردو زبان کے ایک ایسے مرکز (U-P) سے متعلّق تھے، جو شعر میں حسنِ محاورہ اور لطفِ روز مرّہ کا قائل تھا۔ اسی لیے اُن کی نعتوں میں زبان و بیان کی ایک خاص چاشنی ملتی ہے۔ پیر نصیر الدّین نصیر بھی اپنی ان تضمینوں میں، اصل نعت کی فضا کو برقرار رکھنے کے لیے، اُسی زبان و بیان سے کام لیتے ہیں، جو اس کا اوّلین تقاضا تھی۔ حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ اردو زبان و ادب کے مراکز سے دور، گولڑہ شریف میں رہ کر اُنہوں نے اِس زبان کو کیسے سیکھا، اُن کا ایک اور بند دیکھئے ۔

سر پر سجا کے حمد و ثنا کی گھڑولیاں
وہ عاشقوں کی بھیڑ، وہ لہجے، وہ بولیاں
جالی کے سامنے وہ فقیروں کی ٹولیاں
لب وا ہیں، آنکھیں بند ہیں، پھیلی ہیں جھولیاں

کتنے مزے کی بھیک، ترے پاک در کی ہے

اُمیدِ واثق ہے کہ یہ نعتیہ تضمینیں، صاحبانِ دل کے حلقوں میں ذوق وشوق سے پڑھی جائیں گی اور اپنی روحانیت اور اعلیٰ شعری خصوصیات کے سبب دربارِ بقا میں جگہ پائیں گی۔

ڈاکٹر توصیف تبسّم (بدایونی)
اسلام آباد
۳ ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ

بسم اللہ تعالیٰ

حرفِ گفتنی

یہ بات طے ہے کہ بیان کا جادُو دل لُوٹ لیتا ہے، وہ شعر کی صورت میں ہو یا تحریر و تقریر کی صورت میں۔ وَعَلَّمَهُ الْبَيَان [اور اُس (رحمٰن) نے (انسان کو) بیان سکھایا] کی قرآنی نص اور انّ من البیان لسحرًا [یقیناً بعض بیان جادو ہوتے ہیں] کی حدیثِ مبارک اِس پر شاہد ہے۔ اِس وقت میں اپنی مطالعاتی معلومات اور ادبی خدمات کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا، صرف اِتنا کہنے پر اکتفا کرتا ہوں کہ بحمدہٖ تعالیٰ علومِ دینیہ سے میرے طبعی میلان اور فنونِ لطیفہ سے میری فطری رغبت نے مجھے بہت کچھ عطا کیا۔ چنانچہ تحدیثِ نعمت کے تحت میں نے کہا تھا۔

نہ پوچھو کچھ کہ کیا کچھ دے دیا ہے دینے والے نے
بڑا ہو لاکھ کوئی ہم کسی کو کیا سمجھتے ہیں

کلام انسان کی خداداد صلاحیتوں کا ترجمان ہوتا ہے، جب ہم اِس حوالے سے بھی حضرت مولٰنا احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی ذاتِ ستودہ صفات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں وہ ایک بلند ترین مقام پر جلوہ فرما نظر آتے ہیں۔ یہاں پر نہ تو میں کسی قسم کی خوشامد سے کام لے رہا ہوں، نہ محض اندھی عقیدت اور نہ بے جا تعریف سے۔ بلکہ علم و ادب کے ناتے ایک مبنی بر حقیقت بات کر رہا ہوں۔ عام طور پر لوگ موصوف کو محض ایک فقیہہ یا عالمِ دین کی حیثیت سے جانتے ہیں، اُن کا یہ رتبہ اپنی جگہ مُسلّم مگر شعر و ادب میں بھی اُن کا پایہ بہت بلند ہے، جس سے کم حضرات واقف ہیں۔

دینی مجالس میں اُن کے کلام کو سرسری انداز میں پیش کر دینا اور بات ہے، مگر اُس کے معانی و مطالب کی غیر معمولی گہرائیوں اثر آفرینیوں اور اُس کے فنّی محاسن کو سمجھنا بالکل ہی الگ معاملہ ہے اُن کے کلامِ بلاغت نظام سے کما حقہٗ محظوظ ہونے کے لیے علمِ وافر، استعدادِ کامل، غیر معمولی ذہانت، تنہائی، ذوقِ مطالعہ اور پھر عشقِ رسول کی دولت بھی درکار ہے۔

فاضل بریلویؒ کے کلام پر تضمین نگاری کوئی آسان کام نہیں، کیوں کہ اس کے لیے زبان و بیان پر قدرت، اوزانِ شعر پر دسترس، بلندیٔ فکر، جذبات کی وارفتگی، عقیدت کا والہانہ پن، الفاظ کا رکھ رکھاؤ، یو۔پی (.U.P) کی زبان کا لطف، رعایتِ لفظی، ربطِ معنوی، روزمرہ اور محاورات کا برمحل استعمال اور بندشِ چُست کے لوازم کا یکجا ہونا بھی ضروری امر ہے۔

جب میں نے تضمین نگاری کا عمل شروع کیا تو مجھے مذکورہ لوازم سے عہدہ برآ ہونا ذرا مشکل نظر آیا، تاہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے اور رسالت مآب علیہ السّلام کی نسبتِ جلیلہ کا وسیلہ پکڑتے ہوئے اس کام کا آغاز کر دیا۔ اب میں اس سلسلے میں کہاں تک کامیاب ہو سکا، اس کا فیصلہ تو وقت کرے گا یا پھر عُشاقِ رسول۔
تضمین نگاری کے حوالے سے یہاں ایک دو باتوں کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں۔ اسے اصطلاحِ فن میں مُخمس یا خمسہ بھی کہتے ہیں۔ یہ بند پانچ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ پہلے تین مصرعے تضمین نگار کے ہوتے ہیں، جبکہ چوتھا اور پانچواں مصرعہ اُس شاعر کے کلام کا ہوتا ہے جس پر تضمین کہی جا رہی ہو۔ مزید لطف اُٹھانے کی صورت یہ ہے کہ پہلے اصل شعر پڑھ لیا جائے اور پھر اُس پر تضمین کے تین مصرعے پڑھ لیے جائیں۔ جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ حضرت فاضل بریلویؒ نے علمی دلائل سے عقائدِ باطلہ کا رد بھی فرمایا ہے۔ اس لیے میں نے تضمین میں ان اُمور کو بھی

پیشِ نظر رکھا ہے بلکہ بعض مقامات پر تو یہ عمل نوک جھوک کی صورت بھی اختیار کر گیا۔ جو میرے نزدیک فکرِ رضا کے عین مطابق ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے ہر صفحہ پر بعض مشکل الفاظ کے معانی بھی لکھ دیئے گئے ہیں۔

آخر میں اعترافِ عجز کرتے ہوئے اپنے باذوق قارئین کو اپنے اور حضرت فاضل بریلویؒ کے کلام کے ساتھ دربارِ رسالت مآبؐ میں لیے چلتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فاضل بریلویؒ اور اُن جیسے اکابرِ اُمت کے سوزِ عشق کے طفیل میری اس کاوش کو بھی اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ (آمین)

فقیرِ کوئے رسول

نصیر الدین نصیرؔ گولڑوی کان اللہ لہٗ

۶ ربیع الاوّل ۱۴۲۶ھ مطابق 16 اپریل 2005ء



واہ کیا جُود و کرم ہے شہِ بطحٰی تیرا

کوئی دنیائے عطا میں نہیں ہمتا[1] تیرا　　ہو جو حاتم کو میسّر یہ نظارا تیرا
کہہ اُٹھے دیکھ کے بخشش میں یہ رتبہ تیرا　　واہ کیا جُود و کرم ہے شہِ بطحٰی تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

کچھ بشر ہونے کے ناتے تجھے خود سا جانیں　　اور کچھ محض پیامی ہی خدا کا جانیں
ان کی اوقات ہی کیا ہے کہ یہ اتنا جانیں　　فرش والے تری عظمت کا عُلو[2] کیا جانیں
خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا[3] تیرا

جو تصوّر میں ترا پیکرِ زیبا دیکھیں　　رُوئے والشمس تکیں، مطلعِ سیما[4] دیکھیں
کیوں بھلا اب وہ کسی اور کا چہرا دیکھیں　　تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا[5] تیرا

مجھ سے ناچیز پہ ہے تیری عنایت کتنی　　تُو نے ہر گام پہ کی میری حمایت کتنی
کیا بتاؤں تری رحمت میں ہے وسعت کتنی　　ایک مَیں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا

---

۱ برابر ۲ بلندی ۳ جھنڈا ۴ پیشانی ۵ پیر کی تلی

کئی پُشتوں سے غلامی کا یہ رشتہ ہے بحال　　یہیں طفلی و جوانی کے بتائے[1] مہ و سال
اب بوڑھاپے میں خدارا ہمیں یوں در سے نہ ٹال　　تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

غمِ دوراں سے جو گھبرایئے، کس سے کہیے　　اپنی اُلجھن کسے بتلایئے، کس سے کہیے
چیر کر دل کسے دکھلایئے، کس سے کہیے　　کس کا منہ تکیے، کہاں جایئے، کس سے کہیے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

نذرِ عشاقِ نبیؐ ہے یہ مرا حرفِ غریب[2]　　منبرِ وعظ پہ لڑتے رہیں آپس میں خطیب
یہ عقیدہ رہے اللہ کرے مجھ کو نصیب　　مَیں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و مُحب میں نہیں میرا تیرا

خُوگرِ[3] قُربت و دیدار پہ کیسی گزرے　　کیا خبر اُس کے دلِ زار پہ کیسی گزرے
ہجر میں اِس ترے بیمار پہ کیسی گزرے　　دُور کیا جانیے بدکار پہ کیسی گزرے
تیرے ہی در پہ مَرے بیکس و تنہا تیرا

تجھ سے ہر چند وہ ہیں قدر و فضائل میں رفیع[4]　　کر نصیرؔ آج مگر فکرِ رضاؔ کی توسیع
پاس ہے اُس کے شفاعت کا وسیلہ بھی وقیع[5]　　تیری سرکار میں لاتا ہے رضاؔ اُس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

۱: گزارے　۲: عجیب، عاجزانہ　۳: عادی　۴: بلند　۵: اہم، معتبر



نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا

یہ وہ سچ ہے کہ جسے ایک جہاں مان گیا
در پہ آیا جو گدا ، بن کے وہ سلطان گیا
اُس کے اندازِ نوازش پہ مَیں قربان گیا
نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذی شان گیا
ساتھ ہی مُنشیِ رحمت کا قلمدان گیا

تجھ سے جو پھیر کے مُنہ ، جانبِ قرآن گیا
سُرخرو ہو کے نہ دنیا سے وہ انسان گیا
کتنے گستاخ بنے ، کتنوں کا ایمان گیا
لے خبر جلد کہ اوروں کی طرف دھیان گیا
مرے مولیٰ ، مرے آقا ، ترے قربان گیا

محوِ نظارہ سرِ گنبدِ خضریٰ ہی رہی
دور سے سجدہ گزارِ درِ والا ہی رہی
رُوبرو پا کے بھی محرومِ تماشا ہی رہی
آہ ! وہ آنکھ کہ ناکامِ تمنا ہی رہی
ہائے وہ دل جو ترے در سے پُر ارمان گیا

تیری چاہت کا عمل زیست کا منشور رہا
تیری دہلیز کا پھیرا ، مرا دستور رہا
یہ الگ بات کہ تُو آنکھ سے مستور رہا
دل ہے وہ دل جو تری یاد سے معمور رہا
سر وہ سر ہے جو ترے قدموں پہ قربان گیا

دوستی سے کوئی مطلب، نہ مجھے بیر سے کام اُن کے صدقے میں کسی سے نہ پڑا خیر سے، کام
اُن کا شیدا ہوں، مجھے کیا حرم و دیر سے کام اُنہیں مانا، اُنہیں جانا، نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

احترامِ نبوی داخلِ عادت نہ سہی شیرِ مادر میں اصیلوں کی نجابت[1] نہ سہی
گھر میں آدابِ رسالت کی روایت نہ سہی اور تم پر مرے مولیٰ کی عنایت نہ سہی
نجدیو! کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا

بامِ مقصد[2] پہ تمناؤں کے زینے پہنچے لبِ ساحل پہ نصیرؔ اُن کے سفینے پہنچے
جن کو خدمت میں بلایا تھا نبیؐ نے، پہنچے جان و دل، ہوش و خرد، سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضاؔ سارا تو سامان گیا

---

[1] اونچے خاندانوں کی بزرگی [2] مطلوب و تمنا کی چھت



شکرِ خدا کہ آج گھڑی اُس سفر کی ہے

بیٹھا ہوں رختِ[1] باندھ کے، ساعت تحرّ کی ہے — رونق عجیب شہرِ بریلی میں گھر کی ہے
سب آکے پوچھتے ہیں عزیمت[2] کدھر کی ہے — شکرِ خدا کہ آج گھڑی اُس سفر کی ہے
جس پر نثار جانِ فلاح و ظفر کی ہے

شوط[3] و طواف و سعی کے نکتے سکھا دیئے — احرام و حلق[4] و قصر[5] کے معنی بتا دیئے
رمی[6] و وقوف[7] و نحر[8] کے منظر دکھا دیئے — اُس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے
اصلِ مراد حاضری اُس پاک در کی ہے

صوم و صلوٰۃ ہیں کہ سجود و رکوع ہیں — ہر چند شرع میں یہ اہمُ الوقوع ہیں
حُبِّ نبیؐ نہ ہو تو یہ سب لا نفوع[9] ہیں — ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں
اصل الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

جاں وار دوں یہ کام جو میرا صبا کرے — بعد از سلام شوق یہ پیشِ التجا کرے
کہتا ہے اِک غلام کسی شب خدا کرے — ماہِ مدینہ اپنی تجلّی عطا کرے
یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

۱: سامان ۲: ارادہ ۳: طواف کا ایک پھیرا ۴: دورانِ حج سر منڈانا ۵: بال کتروانا ۶: شیطان کو کنکریاں مارنا
۷: عرفات میں دن ٹھہرنا ۸: قربانی کرنا ۹: بے فائدہ

سب جوہروں کی اصل ترا جوہرِ غنا　　اِس دھوم کا سبب ہے تری چشمِ اعتنا[1]

ممنون تیرے دونوں ہیں ، بانی[2] ہو یا بِنا[3]　　ہوتے کہاں خلیل و بِنا کعبہ و منیٰ

لولاک والے! صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

سر پر سجا کے حمد و ثنا کی گھڑولیاں[4]　　وہ عاشقوں کی بھیڑ ، وہ لہجے ، وہ بولیاں

جالی کے سامنے وہ فقیروں کی ٹولیاں　　لب وا[5] ہیں، آنکھیں بند ہیں، پھیلی ہیں جھولیاں

کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے

ہے دفترِ نسب میں یہ عزّت لکھی ہوئی　　قرطاسِ وقت پر ہے یہ خدمت لکھی ہوئی

پُشتوں سے گھر میں ہے یہ عبارت لکھی ہوئی　　میں خانہ زادِ کُہنہ ہُوں ، صورت لکھی ہوئی

بندوں کنیزوں میں مِرے مادر پدر کی ہے

ہر لحظہ آشنائے تب و تاب ہوگی آب[6]　　دنیائے آبرو میں دُرِ ناب ہوگی آب[7]

اُن کا کرم رہا تو نہ بے آب ہوگی آب　　دنداں کا نعت خواں ہُوں، نہ پایاب ہوگی آب

ندّی گلے گلے مِرے آبِ گُہر کی ہے

دم گُھٹ رہا تھا مَحبسِ[8] قالب میں بے ہوا　　تھا ملتجی نصیر کہ یا رب چلے ہوا

اتنے میں دی سروش[9] نے آواز ، لے ہوا　　سنکی[10] وہ دیکھ! بادِ شفاعت کہ دے ہوا

یہ آبرو رضا ترے دامانِ تر کی ہے

1: توجہ 2: بنیاد رکھنے والا 3: بنیاد 4: مٹی کے وہ چھوٹے گھڑے جو عورتیں شادی بیاہ کی رسم میں پانی سے بھر کر سر پر اُٹھا کر گاتی ہیں 5: کھلے 6: عزّت 7: عزّت میں کمی نہ ہوگی 8: حبس کی جگہ 9: غیبی فرشتہ 10: ہوا آہستہ آہستہ چلی



اُن کی مہک نے دل کے غُنچے کِھلا دیئے ہیں

نُورِ خدا نے کیا کیا جلوے دکھا دیئے ہیں — سینے کئے ہیں روشن ، دل جگمگا دیئے ہیں
لہرا کے زلفِ مُشکیں نافے[1] لُٹا دیئے ہیں — اُن کی مہک نے دل کے غُنچے کِھلا دیئے ہیں
جس راہ چل دیئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں

آنکھیں کسی نے مانگیں ، جلوا کسی نے مانگا — ذرّہ کسی نے چاہا ، صحرا کسی نے مانگا
بڑھ کر ہی اُس سے پایا جتنا کسی نے مانگا — میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں دُر بے بہا دیئے ہیں

گر یوں ہی رنگ اپنا محشر میں زرد ہوگا — دوزخ کے ڈر سے لرزاں[2] ہر ایک فرد ہوگا
تیرے نبیؐ کو کتنا اُمّت کا درد ہوگا — اللہ ! کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا
رو رو کے مصطفیٰ نے دریا بہا دیئے ہیں

۱: مراد کستوری ۲: کانپتا ہُوا

اپنے کرم سے جو دو، اب تو تمہاری جانب　　جو جی میں آئے سو دو، اب تو تمہاری جانب
پا لو ہمیں کہ کھو دو، اب تو تمہاری جانب　　آنے دو یا ڈبو دو، اب تو تمہاری جانب
کشتی تمہیں پہ چھوڑی، لنگر اُٹھا دیے ہیں

لازم نہیں ہے کوئی ایسے ہی رنج میں ہو　　جاں پر بنی ہو یا پھر ویسے ہی رنج میں ہو
اُن کا غلامؔ چاہے جیسے ہی رنج میں ہو　　اُن کے نثار، کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں، سب غم بُھلا دیے ہیں

اہلِ نظر میں تیرا ذہنِ رسا[1] مُسلّم　　دنیائے علم و فن میں ہے تیری جا مُسلّم
نزدِ نصیرؔ تیری طرزِ نوا مُسلّم　　مُلکِ سخن کی شاہی تجھ کو رضاؔ مُسلّم
جس سمت آگئے ہو سکّے بٹھا دیے ہیں

1۔ بات کی تہہ تک پہنچنے والا دماغ



پُل سے اُتارو، راہ گُزر کو خبر نہ ہو

یوں بخشواؤ جنّ و بشر کو خبر نہ ہو
ڈھل جائیں داغ، دامنِ تر کو خبر نہ ہو
ایسے گزارو، نارِ سقر[1] کو خبر نہ ہو
پُل سے اُتارو، راہ گُزر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

دورِ خزاں کی زد میں ہے دل اِس فگار[2] کا
مدت ہوئی کہ منہ نہیں دیکھا بہار کا
دستِ حضور میں ہے شرف، اختیار کا
کانٹا مرے جگر سے غمِ روزگار کا
یوں کھینچ لیجیے کہ جگر کو خبر نہ ہو

جاں پر بنی ہوئی تھی غمِ انتظار میں
لے آئی مجھ کو دید کی حسرت مزار میں
حائل نہیں حجاب کوئی اس دیار میں
فریاد امّتی جو کرے حالِ زار میں
ممکن نہیں کہ خیرِ بشر کو خبر نہ ہو

اُن پر مٹا دے اُن کی ولا[3] میں خدا ہمیں
ایسی پلا دے اُن کی ولا میں خدا ہمیں
بیخود بنا دے اُن کی ولا میں خدا ہمیں
ایسا گما دے اُن کی ولا میں خدا ہمیں
ڈھونڈا کرے پر اپنی خبر کو خبر نہ ہو

---

[1] جہنم [2] غمگین [3] محبت

بیٹھا ہے تیری پشت پہ آ کر ابھی ابھی نبیوں کا تاجدار بہ شانِ پیمبری
منزل ہے دُور تر، کوئی ضائع نہ ہو گھڑی کہتی تھی یہ بُراق سے اُس کی سُبک رَوی[1]
یوں جایئے کہ گردِ سفر کو خبر نہ ہو

مسجود کوئی ذاتِ اَحَد کے سوا نہیں مانا کہ وہ رسولِ خدا ہیں، خدا نہیں
جائز کبھی یہ دینِ نبیؐ میں ہُوا نہیں اے شوقِ دل! یہ سجدہ گر اُن کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجیے کہ سر کو خبر نہ ہو

گھرے کچھ اور ہونے لگے ہیں غموں کے سائے دشتِ وفا میں کون قدم سے قدم ملائے
اے ضبطِ گریہ! آنکھ میں آنسو نہ آنے پائے اے خارِ طیبہ! دیکھ کہ دامن نہ بھیگ جائے
یوں دل میں آ کہ دیدۂ تر کو خبر نہ ہو

انساں کو اذنِ شوخ کلامی نہیں جہاں پُرساں[2] بہ جُز رسولِ گرامی نہیں جہاں
اُن سا نصیؔر شافعِ نامی[3] نہیں جہاں اُن کے سوا رضؔا کوئی حامی نہیں، جہاں
گزرا کرے پسر پہ پدر کو خبر نہ ہو

1: تیز رفتاری 2: حال پوچھنے والا 3: مشہور، عزت والا



ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں

رکھ دیا قدرت نے اعجازِ مثالی ہاتھ میں   منتظر ہے حکم کا گنجِ لآلی ہاتھ میں
سبز ہو جائے جو پکڑیں خشک ڈالی ہاتھ میں   ہے لبِ عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگ ریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

اُس کا فیضِ عام سائل کو صدا دیتا ہے آپ   وہ جہانِ لطف و احساں میں جواب اپنا ہے آپ
میں نے یہ جانچا ہے، یہ پرکھا ہے، یہ دیکھا ہے آپ   جُودِ شاہِ کوثر اپنے پیاسوں کا پیاسا ہے آپ
کیا عجب اُڑ کر جو آپ آجائے پیالی ہاتھ میں

اُن کا اندازِ عطا کچھ بے خرد، سمجھے نہیں   مانگنے والوں کے یوں ہی رابطے اُن سے نہیں
ہم نے دیکھے ہیں، مگر ایسے غنی دیکھے نہیں   مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

میرے خالق! حشر میں اُمت کا یہ مقسوم کر   پُل سے گزرے اُن کے نعلینِ مبارک چُوم کر
ہر طرف سے اک یہی آواز آئے گھُوم کر   سایہ افگن سر پہ ہو پرچمِ الٰہی جھوم کر
جب لِوائُ الحمد لے اُمت کا والی ہاتھ میں

1: لؤلؤ کی جمع لآل معنی موتی، گنجِ لآلی کے معنی موتیوں کا خزانہ 2: جان عطا کرنا 3: میٹھی گفتگو 4: حمد کا جھنڈا

زانوؤں کا پیار سے منبر دیا سبطینؓ کو ۔۔۔ کیا شباہت کا حسیں منظر دیا سبطینؓ کو
نعمتِ باطن سے ایسا بھر دیا سبطینؓ کو ۔۔۔ دستگیرِ ہر دو عالم کر دیا سبطینؓ کو
اے میں قرباں جانِ جاں! انگشت کیا لی ہاتھ میں

بانٹنے کو آئے جب وہ ساقیِ کاکُل بدوش ۔۔۔ ہر ادا جس کی خود اک ہنگامۂ محشر خموش
سرد پڑ جائے مِرے بحرِ تعقّل کا خروش ۔۔۔ کاش ہو جاؤں لبِ کوثر میں یوں وارفتہ ہوش
لے کر اُن جانِ کرم کا ذَیلِ عالی ہاتھ میں

حاضری کا کیا وہ منظر تھا تہِ چرخِ کبود ۔۔۔ ہاتھ اُٹھتے ہی وہ ابوابِ اجابت کی کُشود
دل کی دنیا پر وہ انوارِ سکینت کا ورُود ۔۔۔ آہ وہ عالم کہ آنکھیں بند اور لب پر دُرُود
وقفِ سنگِ در جبیں، روضے کی جالی ہاتھ میں

اے نصیر اِس نعت میں لائے ہیں کیا مضموں، رضا ۔۔۔ کملی والے کے ثنا خواں، عاشق و مفتوں، رضا
شاہ کے پائے مبارک پر جو بوسہ دُوں رضا ۔۔۔ حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لُوں رضا
لوٹ جاؤں پا کے اُن کا ذیلِ عالی ہاتھ میں

۱: جنابِ حسنؓ و حسینؓ ۲: کندھے پر زُلف ڈالے ہوئے ۳: سمجھ اور عقل کا سمندر ۴: عزت اور بزرگی والا دامنِ مبارک ۵: نیلا آسمان ۶: قبولیت کے دروازے ۷: سکون کے انوار



کِس کے جلوے کی جھلک ہے، یہ اُجالا کیا ہے

دِل کے آنگن میں یہ اِک چاند سا اُترا کیا ہے
موج زن آنکھوں میں یہ نُور کا دریا کیا ہے
ماجرا کیا ہے یہ آخر، یہ مُعمّا کیا ہے
کِس کے جلوے کی جھلک ہے، یہ اُجالا کیا ہے
ہر طرف دیدۂ حیرت زدہ تکتا کیا ہے

زائرِ گُنبدِ خضرٰی! تجھے اَب فکر ہے کیا
سامنے وہ بھی ہیں، اللہ کا ڈر بھی ہے کھُلا
چُپ نہ رہ، کھول زباں، دامنِ مقصد پھیلا
مانگ مَن مانتی، مُنہ مانگی مُرادیں لے گا
نہ یہاں ناں ہے، نہ منگتا سے یہ کہنا، کیا ہے؟

دِل کی دیوار میں اُٹھتے ہوئے بھونچال[1] کے وقت
عرصۂ حشر میں ناسازیِ احوال کے وقت
لِمَنِ المُلک[2] کی آوازِ پُر اِجلال کے وقت
بے بَسی ہو مجھے جب پُرسشِ اعمال کے وقت
دوستو کیا کہوں، اُس وقت تمنّا کیا ہے

بات اُمّت کی جب اللہ سے منوائیں حضور
جس گھڑی مسندِ محمُود[3] پہ آجائیں حضور
جب گنہ گاروں کو سرکار میں بُلوائیں حضور
کاش فریاد مِری سُن کے یہ فرمائیں حضور
ہاں کوئی دیکھو، یہ کیا شور ہے، غوغا کیا ہے

1: زلزلہ 2: قیامت میں اللہ کا یہ اعلان کہ آج مُلک کس کا ہے 3: مقامِ محمود

خود نگر ہے، نہ وہ گستاخ، نہ وہ ظالم ہے — بد عقیدہ ہے، نہ وہ چرب زباں[۱] عالم ہے
نسلِ خُدّام سے منسوب کوئی خادم ہے — یوں ملائک کریں معروض[۲] کہ اک مجرم ہے
اُس سے پرسش ہے، بتا تُو نے کیا کیا ہے

رُوبرو داورِ محشر کے ہے اک عصیاں کیش[۳] — ہے اُدھر مالکِ کُل اور اِدھر یہ درویش
معصیت کار، خطا دار، گنہ بیش از بیش[۴] — سامنا قہر کا ہے دفترِ اعمال ہے پیش
ڈر رہا ہے کہ خُدا حکم سُناتا کیا ہے

نوحہ زن ہے دلِ برباد کہ یا شاہِ رُسل — اب کہاں جائے یہ ناشاد کہ یا شاہِ رُسل
وقتِ امداد ہے، امداد! کہ یا شاہِ رُسل — آپ سے کرتا ہے فریاد کہ یا شاہِ رُسل
بندہ بے کس ہے شہا! رحم میں وقفہ کیا ہے

ہے عنایت، جو مَیں مصروفِ ثنا ہوتا ہُوں — ورنہ اوقات مری کیا ہے، مَیں کیا ہوتا ہُوں
غم تو بس یہ ہے کہ محرومِ نوا ہوتا ہُوں — اب کوئی دم میں گرفتارِ بلا ہوتا ہُوں
آپ آجائیں تو کیا خوف ہے، کھٹکا کیا ہے

عرصۂ حشر[۵] میں تھا بیم و رجا[۶] کا عالم — سخت مُشکل میں گھری تھی مری جانِ پُر غم
ہاتھ میں تھامے ہوئے حمدِ الٰہی کا عَلَم — لو! وہ آیا مرا حامی مرا غم خوارِ اُمم
آگئی جاں تنِ بے جان میں، یہ آنا کیا ہے

۱: چکنی چپڑی باتیں کرنے والا ۲: عرض ۳: نافرمانی کے چلن والا ۴: زیادہ سے زیادہ ۵: میدان
۶: خوف و اُمید

یُوں مرے سَر سے بَلا خوف کی ٹالیں سَرور حَشر کی بِھیڑ میں چُپکے سے بُلا لیں سَرور
پہلے قدموں میں ذرا دیر بِٹھا لیں سَرور پھر مجھے دامنِ اقدس میں چُھپا لیں سَرور
اور فرمائیں ہٹو! اِس پہ تقاضا کیا ہے

”ہمیں کہتے ہیں مَلَک، طبقۂ معصُوم ہیں ہم بلکہ قرآں میں اِسی نام سے موسُوم ہیں ہم
مگر اِس پر بھی نہ حاکم ہیں، نہ مخدُوم ہیں ہم چھوڑ کر مجھ کو فرشتے کہیں، محکُوم[1] ہیں ہم
حکمِ والا کی نہ تعمیل ہو زُہرہ[2] کیا ہے

جب چلے حَشر کے میدان میں اُمّت کی سِپاہ سَرورِ جَیش[3] ہو وہ مطلعِ کونین کا ماہ
اہلِؓ بیت اور صحابہؓ بھی رواں ہوں ہمراہ یہ سَماں دیکھ کے محشر میں اُٹھے شور کہ واہ
چشمِ بَددُور ہو، کیا شان ہے، رُتبہ کیا ہے

باغِ جنّت ترے تطہیر کے گُلشن پہ نِثار آبِ تسنیم ترے پاؤں کے دھوون پہ نِثار
حُسنِ یوسفؑ کی ادائیں تری چِتون[4] پہ نِثار صدقے اِس رحم کے، اِس سایۂ دامن پہ نِثار
اپنے بندے کو مُصیبت سے بچایا کیا ہے

تیرے اَشعار میں ہے عشقِ نبیؐ کی مہکار نعت کے باغ میں آئی ہے ترے دَم سے بہار
تُجھے کرتا ہے نصیرؔ اہلِ ولایت میں شُمار اَے رضاؔ! جانِ عنادل[5] ترے نغموں کے نِثار
بُلبُلِ باغِ مدینہ! ترا کہنا کیا ہے

1: تابعِ فرمان 2: پتّا، مرادمجال 3: لشکر 4: نظر، نگاہ 5: بُلبُلیں



سب سے اَولیٰ واعلیٰ ہمارا نبی

تیرگی میں اُجالا ہمارا نبی — روشنی کا حوالا ہمارا نبی
غیب داں، کملی والا ہمارا نبی — سب سے اَولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی

بحرِ غم میں کنارا ہمارا نبی — چشمِ عالم کا تارا ہمارا نبی
آمنہؓ کا دُلارا ہمارا نبی — اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی
دونوں عالم کا دُولہا ہمارا نبی

جس کی تبلیغ سے حق نمایاں ہوا — بتکدہ جس کی آمد سے ویراں ہوا
جس کے جلووں سے ابلیس لرزاں ہوا — بزمِ آخر کا شمع فروزاں ہوا
نورِ اوّل کا جلوا ہمارا نبی

در پہ غیروں کے زحمت نہ فرمایئے — بھیک لینے مدینے چلے جایئے
کوئی دیتا ہے تو سامنے لایئے — کون دیتا ہے دینے کو مُنہ چاہیئے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

پیشِ داور[1] جو ہے عاصیوں کا وکیل — جس کے ہاتھوں سے منظور ہوگی اپیل
جس کا مکھڑا ہے خود مغفرت کی دلیل — جس کی دو بوند ہیں کوثر و سلسبیل
ہے وہ رحمت کا دریا ہمارا نبی

جس کے عرفاں پہ موقوف عرفانِ ذات — جس کی رحمت کے سائے میں ہے کائنات
جس کے در سے نکلتی ہے راہِ نجات — جس کے تلووں کا دھوون ہے آبِ حیات
ہے وہ جانِ مسیحا ہمارا نبی

اللہ اللہ وہ اُمّی[2] و اُستادِ کُل — مچ گیا جس کی بعثت پہ مکّے میں غُل
رہبرِ اِنس و جاں، مُنتہائے سُبل[3] — خلق سے اولیا، اولیا سے رُسُل
اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی

جس کے اَذکار کی ہیں سجی محفلیں — دم قدم سے ہیں جس کے یہ سب رونقیں
بزمِ کونین میں جس کی ہیں تابشیں[4] — بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں
شمع لے کر وہ آیا ہمارا نبی

فرش کو مُہرِ اعزاز جس کے قدم — جس کے ابرو میں اک دلربایانہ خَم
وہ جمیلُ الشِیَم[5] وہ جلیلُ الحَشَم[6] — حُسن کھاتا ہے جس کے نمک کی قسم
وہ ملیحِ دل آرا ہمارا نبی

---

[1] اللہ تعالیٰ کے سامنے [2] جس کا مخلوق میں سے کوئی اُستاد نہ ہو [3] جس کی ذات تک راستوں کی انتہا ہو
[4] روشنیاں [5] حسین عادتوں والا [6] بڑی شان وشوکت والا

جیسے مہرِ سما ایک ہے، ویسے ہی جیسے روزِ جزا ایک ہے، ویسے ہی
جیسے بابِ عطا ایک ہے، ویسے ہی جیسے سب کا خدا ایک ہے، ویسے ہی
اِن کا ، اُن کا ، تمہارا ، ہمارا نبی

کتنے روشن دیئے دم زدن میں بُجھے کتنے سروِ سہی زیرِ گردُوں[1] جُھکے
کتنے دریا یہاں بہتے بہتے رُکے کیا خبر کتنے تارے کِھلے چُھپ گئے
پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی

زندگی کتنے موتی پروتی رہی خود میں رنگِ تغیُّر سموتی رہی
بیج کیا کیا تنوع کے بوتی رہی قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

اب نہ دل پر کوئی بات لیجے کہ ہے جامِ کوثر کوئی دم میں پیجے کہ ہے
اے نصیرؔ اب ذرا غم نہ کیجے کہ ہے غمزدوں کو رضاؔ مژدہ دیجے کہ ہے
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

---

1 آسمان



مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ تاجِ عزت پہ لاکھوں سلام　　واقفِ رازِ فطرت پہ لاکھوں سلام
قاسمِ کنزِ نعمت[1] پہ لاکھوں سلام　　مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس کو بے چین رکھتا تھا اُمت کا غم　　نیک و بد پر رہا، جس کا یکساں کرم
وہ حبیبِ خدا، وہ شفیعِ اُمم　　شہریارِ اِرَم[2]، تاجدارِ حرم
نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

سرورِ دو جہاں، شاہِ جنّ و بشر　　جس کی چوکھٹ پہ جھکتے ہیں شاہوں کے سر
عبدِ خالق، مگر خلق کا تاجور　　صاحبِ رجعتِ شمس[3] و شقُّ القمر[4]
نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

وہ خداوندِ اقلیمِ جُود و سخا　　ہادیٔ اِنس و جاں، شاہِ ہر دوسرا
سر بر آوردۂ حلقۂ انبیا[5]　　جس کے زیرِ لوا[6] آدم و مَن سوا[7]
اُس سزائے سیادت[8] پہ لاکھوں سلام

۱: نعمت کا خزانہ بانٹنے والا　۲: بادشاہِ جنت　۳: سورج کو لوٹانے والا　۴: چاند کو دو ٹکڑے کرنے والا

۵: انبیاء کی جماعت کا سردار　۶: جھنڈے کے نیچے　۷: علاوہ　۸: سرداری کا حق دار

عہدِ طفلی میں وہ دِلبرانہ چلن　　دلستاں خامشی[1] ، معجزانہ سُخن[2]
حُسن میں دل کشی ، چال میں بانکپن　　اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن
اُس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

سُرمگیں آنکھ مازاغ[3] کی رازداں　　حلقۂ زلف ، اُمّت کا دارالاماں
ہاتھ فیاض ، عُقدہ کُشا اُنگلیاں　　پتلی پتلی گُلِ قُدس کی پتیاں
اُن لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

نور افشاں ہُوا جب وہ بطحیٰ کا چاند　　دیکھنے آئے سب ، رُوئے زیبا کا چاند
آسماں پر پڑا ماند دنیا کا چاند　　جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

جس گھڑی یاد بابِ حرم آگیا　　سوزِ فرقت سے آنکھوں میں نم آگیا
موج میں جب وہ عیسیٰ حشم[4] آگیا　　جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آگیا
اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

رنجِ تنہائی ' تنہا سے پوچھے کوئی　　دردِ شبیرؓ ' زہراؓ سے پوچھے کوئی
تہہ میں کیا ہے ' یہ دریا سے پوچھے کوئی　　کس کو دیکھا ' یہ موسیٰؑ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

۱: دلوں کو لُوٹنے والی خامشی ۲: شانِ معجزہ رکھنے والی باتیں ۳: آیتِ قرآنی مازاغ البصر وماطغیٰ کی طرف اشارہ یعنی وہ آنکھ جو کبھی ٹیڑھی نہ ہوئی ۴: عیسیٰ علیہ السلام کی شان وشوکت والا

جس کی تقدیس کا رنگ گہرا رہا　　جس کے در پر فرشتوں کا پہرا رہا
مغفرت کی سند جس کا چہرا رہا　　جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اُس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

بندگی ، جس کے صدقے ٹھکانے لگے　　جس کے دیکھے خدا یاد آنے لگے
جس سے روتے ہوئے مسکرانے لگے　　جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اُس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

رُوئے روشن پہ پڑتی نظر کی قسم　　آمنہؓ کے چمکتے قمر کی قسم
مجھ کو سرکار کے سنگِ در کی قسم　　کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم
اُس کفِ پا کی حُرمت پہ لاکھوں سلام

جس کا حامی خداوندِ عالم رہا　　فتح کا جس کے ہاتھوں میں پرچم رہا
جس کا رُتبہ جہاں میں مُسلّم رہا　　جس کے آگے سرِ سروراں خم رہا
اُس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے سلاطینِ عالم جُھکیں　　جس کے اِک بول پر اہلِ دل مر مٹیں
جس کی تعمیلِ ارشاد قدسی[1] کریں　　وہ زباں جس کو سب کُن کی کنجی کہیں
اُس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

1: فرشتوں کی خاص جماعت

وقتِ دیدار ، چشمِ تماشا جُھکی   دیکھ کر جلوہ گر ، موجِ دریا جُھکی
جس کی آمد پہ دیوارِ کسریٰ جُھکی   جس کے سجدے کو محرابِ کعبہ جُھکی
اُن بھووں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

خیرِ دنیا نہیں ، خیرِ عقبیٰ نہیں   اُس کے دستِ تصرّف میں کیا کیا نہیں
جس کی طاقت کا کوئی ٹھکانا نہیں   جس کو بارِ دو عالم کی پروا نہیں
ایسے بازو کی قوّت پہ لاکھوں سلام

کون ہے وہ ، کرم جس پہ اُن کا نہیں   سب کے ہیں ، صرف میرے ہی آقا نہیں
ایک میں ہی غلام اُن کا تنہا نہیں   ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری اُمّت پہ لاکھوں سلام

خواجہ تاشِ[1] نصیرِ ثنا خواں ، رضؒا   وہ بریلی کے احمد رضا خاں رضا
لا کے صف میں مجھے اُن کے درباں ، رضا   مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

---

[1] وہ غلام جن کا آقا ایک ہو، وہ آپس میں خواجہ تاش کہلاتے ہیں



واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا

مرحبا رنگ ہے کیا سب سے نرالا تیرا جُھوم اُٹھا جس نے پیا وصل[1] کا پیالا تیرا
اولیا ڈھونڈتے پھرتے ہیں اُجالا تیرا واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اُونچے اُونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

جیسے چاہے تری سُنتا ہے سُنا تا ہے تجھے حسب تدبیر سُلاتا ہے جگاتا ہے تجھے
اپنی مرضی سے اُٹھاتا ہے بٹھاتا ہے تجھے قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے
پیارا اللہ ترا چاہنے والا تیرا

بخدا مملکتِ فقر کا تُو ناظم[2] ہے تاجداروں پہ سدا دھاک[3] تری قائم ہے
کیوں نہ راحم[4] ہو کہ اللہ ترا راحم ہے کیوں نہ قاسم ہو کہ تُو ابن ابی القاسم ہے
کیوں نہ قادر ہو کہ مختار ہے بابا تیرا

میں کہاں اور کہاں تیرا مقامِ قُربت میری اوقات ہی کیا تھی کہ یہ پاتا رفعت
تیری چوکھٹ نے عطا کی یہ مسلسل عزّت تجھ سے دَر، دَر سے ہے سگ، سگ سے ہے مجھ کو نسبت
میری گردن میں بھی ہے دُور کا ڈورا تیرا

1: قصیدۂ غوثیہ کے مطلع سقانی الحبّ کاساتِ الوصالی کی طرف اشارہ 2: نظم و نسق سنبھالنے والا
3: رعب 4: رحم کرنے والا

ہم درِ غیر کو خاطر میں بھلا کیا لاتے　　عُمر گزری تری دہلیز پہ ٹکڑے کھاتے
کوئی کیوں مارے، ہرے ہوتے ترا کہلاتے　　اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹّہ تیرا

علم میں فرد[1] کہ وہ زہد میں یکتا ہوں گے　　اہلِ سجّادہ و تسبیح و مصلّٰی ہوں گے
میں نے مانا کہ فضائل میں وہ کیا کیا ہوں گے　　جو ولی قبل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے
سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے آقا تیرا

معترض کے لیے ہر چند یہ ہے طُرفہ مطاف[2]　　ہے مگر اہلِ بصیرت کو یہ منظر شفّاف
آنکھ والوں نے یہ دیکھا ہے بچشمِ انصاف　　سارے اقطابِ جہاں کرتے ہیں کعبے کا طواف
کعبہ کرتا ہے طواف درِ والا تیرا

حُسنی پُھول! ترا رُوئے دل آرا گلزار　　ہو کے جلووں میں ترے محوِ نظارا گلزار
جُھوم کر لہجۂ خوشبو میں پکارا گلزار　　تُو ہے نوشاہ، براتی ہے یہ سارا گلزار
لائی ہے فصلِ سمن[3] گوندھ کے سہرا تیرا

اُن پہ خالق نے کیا ہے یہ خصوصی انعام　　کب وہ مایوس ہوئے، اُن کا رُکا کون سا کام
کون سے ملک میں حاصل نہ ہوا اُن کو مقام　　راج کس شہر پہ کرتے نہیں تیرے خُدّام
باج[4] کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا

۱: بے مثل　۲: طواف کی عجیب جگہ　۳: چنبیلی　۴: ٹیکس

تُو جو مائل بہ کرم ہو تو نہیں لگتی دیر پھر ڈراتا نہیں انسان کو تقدیر کا پھیر
غیر محدود ہے شاہا تری برسات کا گھیر مزرعِ[1] چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کِشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

کم نظر کاش کسی طور تجھے پہچانیں حسد و بُغض کو چھوڑیں ، تجھے دل سے مانیں
تجھے بخشیں ترے اللہ نے کیا کیا شانیں سُکر[2] کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جانیں
خضر کے ہوش سے پوچھے کوئی رُتبہ تیرا

وسوسہ ذہن میں ڈالے جو کسی کے خنّاس[3] نیک و بد کا اُسے رہتا نہیں ہرگز احساس
کر گزرتا ہے جہالت میں وہ کیا کیا بکواس آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس
نشّے والوں نے بھلا سُکر نکالا تیرا

صحو و تمکیں[4] نے عجب رنگ جمایا تجھ پر سُکر و مستی کا کوئی لمحہ نہ آیا تجھ پر
سائباں فضل کا خالق نے لگایا تجھ پر ورفعنا لك ذكرك[5] کا ہے سایا تجھ پر
بول بالا ہے ترا ، ذکر ہے اُونچا تیرا

تابہ[6] کے ذہن کو بہکائیں گے اعدا تیرے اپنے انجام سے گھبرائیں گے اعدا تیرے
مرگِ ذلت سے نہ بچ پائیں گے اعدا تیرے مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

تیرے بدخواہ کی جس نہج[7] پہ بھی عُمر کٹے نہیں ہٹتا وہ اگر اپنی ڈگر سے ، نہ ہٹے
دشمنی پر تری ہر چند مخالف ہوں ڈٹے تُو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے
جب بڑھائے تجھے اللہ تعالٰی تیرا

۱: کھیتی ۲: نشہ ۳: دبکنے والا مراد ابلیس ۴: صوفیاء کے نزدیک ایک مقام جس میں ہوش وحواس قائم رہتے ہیں
۵: قرآنی آیت۔ ہم نے تیرا ذکر تیرے لئے بلند کردیا ۶: کب تک ۷: طور طریقہ

خوانِ توحید پہ ہے خلقِ خدا ضَیف[1] تری — قدر کی غیر پرستوں نے نہ، صد حیف، تری
بات چلتی ہے بہر حال و بہر کیف تری — حکم نافذ ہے ترا، خامہ[2] ترا، سیف[3] تری
دم میں جو چاہے کرے دَور ہے شاہا تیرا

آج گھیرے ہوئے اعمال کی شامت ہے مگر — سامنے آگ بھی خطرے کی علامت ہے مگر
خوفِ پرسش بھی بدستور سلامت ہے مگر — دھوپ محشر کی وہ جاں سوز قیامت ہے مگر
مطمئن ہُوں کہ مرے سر پہ ہے پلّہ تیرا

گرچہ آمادہ بہ برباد شُدن خرمنِ تُست — دلِ بدخواہ کہ آسودہ ز آزردنِ تُست
تنگ ہر چند دلے چند نصیر از فنِ تُست — اے رضا چیست غم ار جملہ جہاں دشمنِ تُست
کردہ ام مأمنِ خود قبلۂ حاجاتے را

۱: مہمان ۲: قلم ۳: تلوار



سلام بحضورِ خیر الانام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام

درزمینِ حضرت فاضل بریلویؒ

مصطفیٰ ، شانِ قُدرت پہ لاکھوں سلام
اوّلیں نقشِ خلقت پہ لاکھوں سلام

مِیرِ جیشِ رُسل ، اُمّی و عقلِ کُل
صدرِ بزمِ رسالت پہ لاکھوں سلام

قائلِ وحدہٗ لا شریکَ لہٗ
ماحیِ شرک و بدعت پہ لاکھوں سلام

چاکِ دل سِل گیا ، آسرا مِل گیا
گردشِ چشمِ رحمت پہ لاکھوں سلام

گِردِ چہرہ وہ اِک ہالۂ تمکنت
والضُّحٰی کی صباحت پہ لاکھوں سلام

بھینی بھینی وہ خُوشبوئے زُلفِ دوتا
ایسی بے مثل نکہت پہ لاکھوں سلام

آنکھ کو دے گیا زینۂ ارتقا
سبز گنبد کی رِفعت پہ لاکھوں سلام

دست کی دستگیری پہ دائم دُرود
پاؤں کی استقامت پہ لاکھوں سلام

بھیڑ میں چُوم لیں شاہ کی جالیاں
اے نظر ! تیری ہمّت پہ لاکھوں سلام

وہ حلیمہؓ جو ہے ثانیِ آمنہؓ
اُس کے لمحاتِ خدمت پہ لاکھوں سلام

از ازل تیرے منصب پہ لاکھوں دُرود
تا ابد تیری بعثت پہ لاکھوں سلام

نقشِ پا کے نگیں، جن کو ترسے زمیں
چال کی زیب و زینت پہ لاکھوں سلام

کس کی چوکھٹ پہ تُو دے رہا ہے صدا
اے گدا ! تیری قسمت پہ لاکھوں سلام

شانۂ اقدسِ شہ پہ بے حد دُرود
مُہرِ ختمِ نُبوّت پہ لاکھوں سلام

حوصلہ دینے آئے گی جو قبر میں
ایسی نادیدہ صورت پہ لاکھوں سلام

کھو گیا کس کا حُسنِ گُزر دیکھ کر — نقشِ پا ! تیری حیرت پہ لاکھوں سلام
اُن کے رُوپ اور رنگت پہ رنگیں دُرُود — اُن کی شکل و شباہت پہ لاکھوں سلام
گردشیں تھم گئیں، محفلیں جم گئیں — کملی والے کی نسبت پہ لاکھوں سلام
ایک دو تین کیا، لاکھوں سر کٹ گئے — اُن کی منصوص عزت پہ لاکھوں سلام
عُمر بھر غم جو اُمّت کا کھاتا رہا — ایسے غم خوارِ اُمّت پہ لاکھوں سلام
کل کرے گی جو شورِ قیامت فرو — اُس دل آویز قامت پہ لاکھوں سلام
جس کو پا کر حلیمہؓ غنی ہو گئی — آمنہؓ ! تیری دولت پہ لاکھوں سلام
دیکھنے والی آنکھوں پہ پیہم دُرُود — مرکزِ دید، صُورت پہ لاکھوں سلام
اُن کی آمد کا سُن کر جو ہو گا بپا — ایسے شورِ قیامت پہ لاکھوں سلام
زینبؓ و مُرتضیٰؓ پھر حسینؓ و حسنؓ — اور خاتونِ جنّتؓ پہ لاکھوں سلام
چار یارانِؓ حضرت پہ ہر دم دُرُود — اُن کے دَورِ خلافت پہ لاکھوں سلام
شاہِ بغداد، غوث الوریٰ، مُحی دینؓ — آبروئے طریقت پہ لاکھوں سلام

کیجیے بند آنکھیں نصیرؔ اور پھر
بھیجیے اُن کی صُورت پہ لاکھوں سلام



نعتِ رسولِ مقبول

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کون ہو مسند نشیں خاکِ مدینہ چھوڑ کر
خلد دیکھے کون، کُوئے شاہِ بطحٰی چھوڑ کر

دل کی بستی اور ارمانوں کی دنیا چھوڑ کر
ہائے کیوں لَوٹے تھے ہم شہرِ مدینہ چھوڑ کر

گھر سے پہنچے اُن کے روضے پر تو ہم کو یُوں لگا
جیسے آ نکلے کوئی گُلشن میں، صحرا چھوڑ کر

کون نظروں پر چڑھے حُسنِ حقیقت کے سوا
کس کا منہ دیکھیں ہم اُن کا رُوئے زیبا چھوڑ کر

اللہ اللہ آمدِ سلطانِ اِنس و جاں کی شان
اِک طرف قُدسی بھی ہو جاتے تھے، رستہ چھوڑ کر

مُصطفٰی جنّت میں جائیں گے نہ اُمّت کے بغیر
جا نہیں سکتا کبھی تنکوں کو دریا چھوڑ کر

تھی نہ چاہت دل میں زہرا کے دلاروں کی اگر
کیوں اُترتے تھے نبی، منبر سے خطبہ چھوڑ کر

رہروانِ راہِ حق تھے اور بھی لاکھوں، مگر
کوئی منزل پر نہ پہنچا، اِبنِ زہرا "چھوڑ کر"

اُن صحابہ کے اِس اندازِ قناعت پر سلام
اُن کی چوکھٹ پر جو آ بیٹھے تھے، کیا کیا چھوڑ کر

وہ ازل سے میرے آقا، مَیں غلام ابنِ غلام
کیوں کسی کے در پہ جاؤں، اُن کا صدقہ چھوڑ کر

خوانِ شاہی کی ہوس رکھتے نہیں اُن کے گدا
کیوں اُدھر لپکیں، وہ اِن ٹکڑوں کا چسکا چھوڑ کر

وہ سلامت اور اُن کا در سلامت تا ابد
کیوں پھریں در در، ہم اُس کوچے کا پھیرا چھوڑ کر

مَیں کہاں گھوموں، کہاں ٹھہروں، کسے دیکھا کروں
اُن کی گلیاں، اُن کی جالی، اُن کا روضہ چھوڑ کر

اتفاقاً گر چلے جاتے وہ ساحل پر کبھی
مچھلیاں آتیں قدم لینے کو، دریا چھوڑ کر

ذہن میں رکھیے وہ ارشادِ نبی وقتِ وصال
جا رہا ہوں سُنّت و قرآں کو یکجا چھوڑ کر

اے مسلماں! ہے یہی حکمِ خدا و مصطفٰی
فکرِ عُقبٰی کر ہمیشہ، فکرِ دنیا چھوڑ کر

پُوچھنے پھر کون آئے گا نصیؔر اُن کے سوا
جب لحد میں تجھ کو سب لوٹیں گے تنہا چھوڑ کر

ہدیۂ گزار

پیر سیّد نصیر الدّین نصیؔر گیلانی